فقہ اسلامی اور بہار شریعت

پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

شرعی قوانین کی ملکہ استنباط کو فقہ کہا جاتا ہے شرح مسلم الثبوت میں ہے "والفقه حکمة فرعية شرعية(۱)" اس میں عبادات، معاملات، مناکحات، عقوبات، مخاصمات، حکومت و خلافت وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔

اسلامی فقہ کا اصل ماخذ قرآن مقدس ہے اس کا ثبوت قرآن کی اس آیت سے ملتا ہے "فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون"(۲)

پس ایسا کیوں نہ کیا گیا کہ مومنوں کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکل آئی ہوتی جو دین میں فہم و بصیرت پیدا کرتی اور جب وہ اپنے گروہ میں واپس جاتی تو لوگوں کو جہل و غفلت کے نتائج سے ہوشیار کرتی تاکہ لوگ برائیوں سے بچیں۔

اس آیت سے تفقہ فی الدین کا ثبوت فراہم ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فہم و بصیرت دین میں ضروری ہے اس کے بغیر اسلامی قانون سے آشنائی ممکن نہیں۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تائید ہو جاتی ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا قصد کرتا ہے اسے دینی بصیرت عطا کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

"مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ"(۳)

ایک دوسری جگہ شارع اسلام علیہ السلام نے صحابہ کو اس طرح مخاطب کیا ہے۔

"ان رجالا یا تونکم من الارض يتفقهون فى الدين فاذا اتوكم فاستوصوا بهم خيراً" (۴)

لوگ تمہارے پاس دین میں تفقہ (بصیرت) حاصل کرنے آئیں گے جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا یہ میری وصیت ہے۔

دور نبوت میں صرف دو ہی ماخذ تھے جہاں سے فقہی مسائل کی تشریح و توضیح ہو سکتی تھی یا قرآن حکیم یا تشریحات نبوی، قرآن حکیم کا مصدر اول ہونا تو مسلم ہے رہی تشریحات نبوی تو اس پر بھی کسی کو شبہ نہیں، حضرت شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہر قسم کے علم کے متعلق لوگوں کی نگاہیں آنحضرت کے جمال مبارک پر جمی ہوئی تھیں ان کے کان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر لگے ہوئے تھے جہاد کی مصلحتوں صلح و جزیہ کا معاہدہ، فقہی احکام زہد کے متعلق علوم وغیرہ کے متعلق جو باتیں بھی پیش آتی تھیں سب کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے تھے۔(۵)

عہد صحابہ میں حالات و زمانہ کے سبب اور دوسرے مسائل ابھر کر سامنے آئے جس کے سبب قرآن و تشریحات نبوی کے علاوہ اجماع اور رائے کی بھی ضرورت محسوس ہوئی چونکہ ان دونوں سے کام لینے کی ترغیب قرآن و سنت میں موجود تھی اس لئے بلا جھجک تمام صحابہ نے اس پر عمل کیا خلفائے راشدین کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت معاذ بن جبل رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ جلیل القدر اصحاب رسول اس عہد کی مہتم بالشان فقہی شخصیات ہیں۔

آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دو خلفاء کے معاملات کو لے کر سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کی جماعت تین حصوں میں منقسم ہوگئی جس کے سبب فقہی مسائل میں بھی اختلاف ناگزیر ہوگیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں فقہ کی ترتیب سے متعلق زیادہ کام ہوا پھر یہ سلسلہ بڑھتا رہا کئی مقامات پر اس کے مراکز قائم ہوئے مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، شام، مصر اور یمن میں جلیل القدر شخصیتیں اسلامی فقہ کی ترویج و اشاعت میں مصروف رہیں انہیں دیار علم و فن میں بعد کے ادوار میں کوفہ اسلامی علوم و فنون کا مرکز بنا وہاں سے ایک شخص نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۵۰ھ) کے نام سے ابھر کر سامنے آیا جو بظاہر تاجر پیشہ انسان تھا مگر خدا نے اسے اتنی دینی بصیرت اور اسلامی سوجھ عطا کی تھی جس کے سبب وہ اپنے زمانے کا صرف نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کا فقیہ اکبر اور امام اعظم کے لقب سے مشہور ہوا اور کثرت مطالعہ کے سبب ابوحنیفہ کنیت قرار پائی، ان کے علاوہ کوفہ میں سفیان بن سعید ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) اور شریک بن عبداللہ نخعی (۱۷۷ھ) بھی تھے جن کی فقہی بصیرت کا سکہ چل رہا تھا مگر ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے اس فن میں روح ڈال دی اور ایک نئی جہت متعین کرکے اس فقہی کاز کو آگے بڑھاتے رہے ان کے زمانے میں اور ان کے بعد متعدد حضرات فقہ کی ترقی کے لئے مشہور ہیں مگر قبول عام صرف چار بزرگوں کے مسلک کو ہوا۔ ان میں امام اعظم ابوحنیفہ کے علاوہ امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) امام مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ) اور امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں ان چاروں اماموں کے مسلک نے شہرت حاصل کی اور ان کی فقہ مدون کی گئی ان میں زیادہ رواج امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کو ملا جسے آج فقہ حنفی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بے شمار شاگردوں میں دو شاگرد ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (متوفی ۱۸۲ھ) اور محمد بن حسن بن فرقد شیبانی (متوفی ۱۸۹ھ) بہت مشہور ہوئے اور فقہ حنفی کے امام تسلیم کئے گئے ان حضرات نے فقہ حنفی میں بڑی معیاری کتابیں لکھیں فقہ حنفی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ان دونوں حضرات کی بھی رہین منت ہے۔

عالم اسلام میں ان چاروں اماموں کے مسلک کو رواج ملا اندلس اور شمالی افریقہ کے مغربی حصے میں لوگ فقہ مالکی پر عمل کرتے تھے، حجاز و یمن میں فقہ شافعی رائج ہے، نجد میں فقہ حنبلی پر عمل ہوتا ہے اور فقہ حنفی عراق، ماورا النہر، آذربائیجان، خوارزم، افغانستان، ترکی اور پاک ہند میں رائج ہے۔

ہندوستان کے اکثر علاقہ میں فقہ حنفی کا رواج ہے لیکن ساحل سمندر کے علاقہ مثلاً مدراس، ملیبار اور کوکن وغیرہ میں فقہ شافعی کے ماننے والے زیادہ ہیں(٦)

فقہی اعتبار سے برصغیر میں لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ تو ایسے لوگوں کا تھا جن کا کہنا تھا کہ ہم کسی امام کی تقلید نہیں کرتے خدا نے ہمیں سمجھ عطا کی ہے ہم قرآن و سنت سے خود مسائل کا استنباط کرسکتے ہیں اور دوسرا گروہ جن کی رائے معتدل اور افراط و تفریط سے خالی ہے ان کا کہنا ہے کہ مسائل فقہیہ میں کسی امام کی تقلید واجب ہے کیونکہ ہر شخص کتاب و سنت

سے براہ راست مسائل نہیں اخذ کر سکتا ہے۔

اس دوسرے گروہ میں دو جماعتیں ابھر کر سامنے آئیں ایک کا کہنا ہے کہ کہیں کہیں اپنی عقل سے بھی فیصلہ کیا جاسکتا ہے ہر معاملہ میں تقلید ضروری نہیں ایسے لوگوں میں علمائے فرنگی محل اور علمائے دیوبند کا نام آتا ہے۔ دوسری جماعت جو اتباع سلف پر مصر رہی ایسے لوگوں میں سرفہرست علمائے بدایوں جس میں بطور خاص مولانا فضل رسول بدایونی (متوفی ۱۲۸۹ھ) اور علمائے بریلی میں مولانا نقی علی خان کا نام آتا ہے۔ علامہ بدایونی جتنی شدت سے فقہ حنفی پر کاربند تھے ان سے کچھ کم شدت مولانا نقی علی خان (متوفی ۱۲۹۷ھ) کے یہاں نہیں تھی۔

مولانا نقی علی خان نے فقہ کی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا رضا علی خان (متوفی ۱۲۸۶ھ) سے حاصل کی تھی جو مولانا خلیل اللہ رامپوری کے شاگرد تھے۔ مولانا خلیل اللہ نے درسیات کی تکمیل مولانا غلام جیلانی رفعت سے کی تھی۔

مولانا نقی علی خان کے تین صاحبزادے تھے جن میں سب سے بڑے احمد رضا خاں تھے انہوں نے کئی علوم وفنون سے متعلق مختلف اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا لیکن تفقہات کی تعلیم اپنے والد ماجد اور دوسرے اساتذہ سے کسب فیض کر کے اتنا کمال حاصل کیا کہ اگر چودھویں صدی ہجری کا زمانہ آپ کے کارناموں کے سبب آپ کی طرف منسوب کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا جس طرح فرانس کی اٹھارہویں صدی عیسوی کا زمانہ فویلتر اور عصر المامون کو عصر الجاحظ" کے کارناموں کے سبب کہہ کر پکارا گیا۔(۷)

مولانا احمد رضا خاں بلاشبہ اس صدی کے مجدد تھے تجدید احیاء دین کا اہم کارنامہ ان کی ایک ہزار تصانیف و دیگر علمی و قلمی خدمات سے عیاں ہے یوں تو انہوں نے کئی علوم وفنون پر طبع آزمائی کی لیکن فتویٰ نویسی اور تفقہ فی الدین ان کا خصوصی میدان تھا ایک ہزار تصانیف میں ۳۵۴ تصانیف ان کی فقہی بصیرت پر شاہد عادل (۸) جن میں " العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة" جیسی ۱۲ ضخیم جلدیں بھی ہیں جس کی بعض جلدیں جہازی سائز پر ایک ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں اپنے والد ماجد کی طرح فقہ حنفی پر شدت سے عمل پیرا رہے اور اپنے شاگردوں کو بھی اس مسلک کی تائید و حمایت اور اشاعت کرنے کی تلقین کرتے رہے اور اپنے علم کی تابانی میں تلامذہ کی شخصیت کی تعمیر کرتے رہے، اس چودھویں صدی ہجری کے آفتاب علم و تجدید کے پروانے، شاگردوں اور خلفاء کی شکل میں اس روشنی کے اردگرد منڈلا کر اقتباس نور کرتے رہے یہ علم و فن کے بحرنا پیدا کنار تھے جن کی نہ جانے کتنی موجیں تھیں وہ ایک کارخانہ تھے جہاں پرزے نہیں شخصیت سازی ہوتی تھی وہ بظاہر ایک نحیف و ناتواں انسان تھے مگر حقیقت میں وہ ایک تحریک اور ایک جماعت تھے۔ وہ تو ۱۳۴۰ھ ہی کو دنیا سے کوچ کر گئے مگر ان کے خلفاء اور تلامذہ تا زندگی ان کی عظمت اپنے سروں پر اٹھائے رہے اور آج بھی ان کی عنقریب آشکار کرنے میں یونیورسٹیاں، کالجز، ادارے، تحریکیں، تنظیمیں مجموعی اور انفرادی طور پر برابر شریک ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ، کو میں نے سطور بالا میں آفتاب علم کہا ہے بلاشبہ اس کی ایک کرن صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ تھے یوں تو اس **آفتاب** کی نہ جانے کتنی کرنیں تھیں اور کہاں کہاں تک اس کی چمک تھی مگر جس کرن کی تابانی سے پورا برصغیر ہندوپاک مستفید ہے وہ صدر الشریعہ ہی تھے۔ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں سے باضابطہ پڑھا تو نہیں مگر اس رضوی گلشن کے گل چیں ضرور رہے جس کے سبب انہیں اتنی قربت رہی کہ اکثر تلامذہ اس جیسی قربت سے محروم رہے اور اس

قربت سے اس قدر علم و آگہی میسر آئی کہ اس کی ایک جہت فقہی بصیرت کے سبب انہیں صدر شریعت اور بدر طریقت جیسے اہم القاب سے نوازا گیا۔

اعظم گڑھ کی ایک مشہور تحصیل قصبہ گھوسی میں حکیم جمال الدین (مرحوم) کے گھر ۱۸۷۸ھ میں پیدا ہوئے علم الادیان کے لئے آپ نے اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق اور مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری (متوفی ۱۳۴۶ھ) اور مولانا وصی احمد محدث سورتی (متوفی ۱۹۱۶ھ) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور اکتساب فیض کرکے فقہ میں کمال حاصل کیا اور علم الابدان اپنے حکیم والد ماجد کی رہنمائی میں حکیم عبدالولی جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے حاصل کیا۔ دونوں علوم کی تکمیل کے بعد اسے عمل میں بھی لائے مطب تو آپ نے پٹنہ میں کیا اور تدریسی فرائض اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کی صحبت میں رہ کر منظر اسلام بریلی میں انجام دیئے یہاں وہ صرف مدرس ہی نہیں تھے بلکہ فعال، محرک، دوراندیش اور علوم میں بالغ نظری ہونے کی وجہ سے کئی امور کی ذمہ داری بھی سنبھالے رہے آپ کی اس حیرت کارکردگی اور دینی تفقہ دیکھ کر اعلیٰ حضرت فرما اٹھے۔

"موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائے گا اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔(۸)

فتویٰ نویسی ہو یا پروف ریڈنگ، جماعت رضائے مصطفیٰ کے شعبہ علمیہ کا کوئی کام ہو یا مطبع اہل سنت کا کوئی معاملہ یا تدریسی امور، ہر ذمہ داری مولانا تن تنہا بطور احسن انجام دیتے تھے اور لطف تو یہ کہ مسلسل تگ و دو کے باوجود چہرے پر تھکن کے آثار بھی نمودار نہ ہوتے جب تک کام کو آخری مرحلہ تک نہ پہنچا لیتے دم نہ لیتے اسی لئے تو حضرت مولانا احمد رضا خان انہیں کام کی مشین کہا کرتے تھے۔(۹)

آپ کو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کی بارگاہ سے اجازت بھی ملی چنانچہ آپ رشد و ہدایت کی طرف بھی مائل ہوئے جس کے سبب سے آپ کی مصروفیات میں مزید اضافہ ہوا لیکن بیک وقت ساری ذمہ داریاں آپ اسی طرح نبھاتے رہے۔

مولانا امجد علی کو جملہ علوم و فنون میں یکساں مہارت تھی علوم شرعیہ میں خاص طور سے تفسیر وحدیث اور فقہ سے خصوصی لگاؤ تھا مگر مولانا کے جوہر کسی سبب صرف فقہ میں ابھر کر سامنے آسکے بہار شریعت کی ۱۷ اور فتاویٰ امجدیہ کی دو ضخیم جلدیں اس کی بین مثال ہیں۔

مولانا موصوف دراصل درس و تدریس کے آدمی تھے زندگی کا بیشتر حصہ انہوں نے درس نظامی کی تدریس میں گزارا جس کے سبب پورے ملک میں ان کی تشہیر ہوگئی دارالعلوم منظر اسلام بریلی دارالعلوم معینیہ اجمیر، دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادون علی گڑھ ان کی تدریسی جولانگاہ رہے ہیں۔ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کے اس اعتراف سے ان کی تدریسی صلاحیت مسلم ہو جاتی وہ کہتے ہیں۔

"مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں جنہیں میں منتخب جانتا ہوں۔(۱۰)

اس کے علاوہ ان کے تدریسی تجربہ کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ جب فروری ۱۹۲۶ء میں مسلم یونیورسٹی کے نصاب کی تشکیل ہو رہی تھی تو اس میں ملک کے جن تجربہ کار مدرسین سے اس سلسلہ میں رابطہ قائم کیا گیا تھا ان میں (۱) نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی (۲) مولانا سید سلیمان اشرف سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی (۳) مولانا مناظر احسن

گیلانی استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد (۴) مولانا عبدالعزیز المیمنی راجکوٹی صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی (۵) مولانا سید سلیمان ندوی کے علاوہ صاحب تذکرہ صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی پرنسپل دارالعلوم معینیہ اجمیر بھی تھے (۱۱) مسلم یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کا نصاب انہیں چھ حضرات کا رہین منت ہے اس نصاب کی کامیابی کا راز شاید یہی ہے کہ اس کی تشکیل ایسے ذی صلاحیت ارباب علم و فضل نے کی تھی جن میں ہر ایک ایک سے بڑھ کر تھا۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی نے گوشہ تدریس و تالیف سے نکل کر ملکی سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا اور تحریک پاکستان میں نمایاں خدمات انجام دیں آج کا پاکستان جن اکابر علماء کی جدوجہد اور شبانہ روز تگ ودو کا نتیجہ ہے ان میں ان کا بھی ایک نام ہے۔ قیام پاکستان سے متعلق اہم کمیٹیوں کے رکن رکین رہے اور اس سے متعلق اپنی تمام تر ہمدردیاں اور صلاحیتیں بروئے کار لاتے رہے۔ (۱۲)

صدرالشریعہ کثیرالتصانیف تو نہیں تھے مگر ان کی ایک کتاب دوسرے اہم مصنفین کی جملہ کتابوں پر بھاری ہے یوں تو انہوں نے امام ابو جعفر طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) کی معرکتہ الارا تصنیف شرح معانی الاثار پر حاشیہ لکھنے کا کام شروع کیا تھا مگر کثرت کار کے سبب یہ کام صرف پہلی جلد تک چل سکا مگر جتنا ہوا اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

"جلد اول کا نصف حاشیہ باریک قلم سے ۴۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ میں ۳۵، ۳۶ سطریں ہیں۔ (۱۳) یہ کوئی ۱۹۷۸ء کی بات ہے جب میں ہندوستان کی عظیم اسلامی درس گاہ الجامعتہ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ میں زیر تعلیم تھا۔ عرس امجدی کے مبارک و مسعود موقع پر گھوسی جانا ہوا اسی دوران قادری منزل میں دائرۃ المعارف الامجدیہ کے دفتر میں اس حاشیہ کا قلمی نسخہ نظر سے گزرا اگر یہ حاشیہ مکمل ہو کر چھپ جائے تو اہل علم کے لئے مفید ہوگا۔

فتاوی امجدیہ دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے یہ مصنف کے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جسے انہوں نے ۷ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ سے لے کر ۸ شوال ۱۳۶۷ھ تک صادر کئے ہیں پہلی جلد کتاب الطہارت سے شروع ہو کر کتاب الحج پر ختم ہوتی ہے۔ دوسری جلد اس کے مابقی ابواب ومباحث پر مشتمل ہے اس کتاب کی کہانی مصنف کے فرزند ارجمند مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری کی زبانی سنئے، فرماتے ہیں۔

"فتاویٰ امجدیہ کتاب و سنت کی تائیدات سے مزین ہیں تحقیق کے مواقع پر فتاوی میں تو حدیثوں کا سیل رواں موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے اسی طرح ان میں قواعد اصولیہ اور فقہی کلیات وجزئیات اور نظائر شواہد کے ذکر میں بھی کسی طرح کی کمی نہیں ہے ندرت استدلال و حسن استنباط دیکھ کر کہنا پڑتا ہے فتاویٰ امجدیہ حقیقتاً فتاویٰ رضویہ کا تتمہ ہے (۱۴)

اس کتاب کی پہلی جلد تو سامنے ہے دوسری جلد بھی غالباً طبع ہو کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ مصنف کی وہ کتاب جو دوسرے مصنفین کی جملہ تصانیف پر بھاری ہے وہ ان کی معرکتہ الاراء تصنیف بہار شریعت ہے اس کتاب کے سبب عالم اسلام میں انہیں زندہ جاوید شہرت ملی اس کتاب میں انہوں نے فقہ حنفی کو اردو قالب میں ڈھال کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے یہی وہ شہرہ آفاق تصنیف جسے عوام تو درکنار خواص بھی اپنی معلومات میں اضافہ کے لئے اس کا مطالعہ ناگزیر سمجھتے ہیں۔ مصنف فقہ اسلامی اور مسائل شرعیہ کو مکمل طور پر بیس جلدوں پر سمیٹنا چاہتے تھے مگر عمر نے وفا نہ کی اور سترہ حصے لکھنے کے بعد دنیائے فانی سے کوچ کر گئے اور چلتے چلتے یہ وصیت بھی کر گئے کہ:

اگر میری اولاد یا تلامذہ یا علمائے اہل سنت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمادیں تو میری عین خوشی ہے۔(۱۵)

چنانچہ ان کے شاگرد اور دیگر علماء اس کوشش میں ہیں کہ جلد از جلد صدر الشریعہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہو اور اس کی ما بقی تین جلدیں چھپ کر منظر عام پر آجائیں چنانچہ اس سلسلہ کی اٹھارہویں کڑی جو جنایات، قصاص، دیت جیسے اہم مسائل سے متعلق ہے مصنف کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری اور دوشاگرد مولانا وقار الدین اور مولانا محبوب رضا خاں کے مشترکہ قلمی تعاون سے ۱۹۸۲ء میں منظر عام پر آئی اس کتاب کی انیسویں جلد جو وصایا کے ابواب و فصول پر مشتمل ہے صدر الشریعہ کے آخری دور کے شاگرد مولانا سید ظہیراحمد زیدی سابق استاد شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے قلم سے جلد منظر عام پر آنے والی ہے۔ مولانا موصوف مصنف بہار شریعت کے ان چند تلامذہ میں سے ایک ہے جن کے اصرار پر شرح معانی الاثار کا تحشیہ شروع کیا گیا تھا(۱۶)

بہار شریعت کی بیسویں جلد بھی کسی اللہ کے نیک بندے کے قلم سے پایہ تکمیل کو پہنچے گی۔

بہار شریعت کی تالیف کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں۔

"اردو زبان میں اب تک کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی تھی جو صحیح مسائل پر مشتمل ہو اور ضروریات کے لئے کافی ووافی ہو فقیر بوجہ کثرت مشاغل دینیہ اتنی فرصت نہیں پاتا کہ اس کام کو پورے طور پر انجام دے سکے۔ مگرحالات زمانہ نے مجبور کیا اور اس کے لئے تھوڑی فرصت نکالنی پڑی۔"

اس کی تصنیف میں عموماً یہی ہوا کہ ماہ رمضان مبارک کی تعطیلات میں جو کچھ دوسرے کاموں سے وقت بچتا اس میں کچھ لکھ لیا جاتا یہاں تک کہ جب ۱۹۳۹ء کی جنگ شروع ہوئی اور کاغذ کا ملنا بہت مشکل ہوگیا اوراس کی طبع میں دشواریاں پیش آگئیں تو اس کی تصنیف کا سلسلہ بھی جو کچھ تھا وہ بھی جاتا رہا" (۱۷)

اس کے علاوہ مصنف کو کچھ گھریلو پریشانیاں بھی لاحق ہوئیں جس کے سبب وہ غم سے نڈھال ہوگئے اور کچھ ہی مدت میں ان کے گھر میں اور عزیز رشتہ داروں کے یہاں پیہم گیارہ موتیں ہوئیں جس کے سبب دل، دماغ اور بصارت پر گہرا اثر پڑا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کام جو ایک ادارہ کے کرنے کا تھا جسے مولانا عدیم الفرصتی کے باوجود تنہا کرتے رہے وہ بھی اس مسلسل حادثات کے سبب پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکے کتاب مکمل نہ ہونے پر اظہار افسوس اس طرح کرتے ہیں۔

"اگر توفیق الٰہی سعادت کرتی اور یہ بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر یہ کتاب مشتمل ہوتی اور کتاب مکمل ہو جاتی" (۱۸)

صدرالشریعہ بے حد مصروف تھے پھر بھی یہ حوصلہ رکھتے تھے کہ اگر یہ کتاب بحسن و خوبی پایہ تکمیل کو پہنچ جاتی تو تصوف اور سلوک کے موضوع پر اسی انداز کی کئی جلدوں کی کتاب ترتیب دیتے افسوس کہ نہ بہار شریعت مکمل ہوسکی اور نہ ہی تصوف پر کچھ لکھا جاسکا۔

بہار شریعت کی ابتداء ۱۳۳۴ھ میں ہوئی اور ۱۳۶۲ھ تک اس کی ۱۷ جلدیں ضبط تحریر میں آگئیں، یہ کتاب اپنی تمام تر گوناگوں خصوصیات کے سبب تمام اہل علم کے حلقہ میں پڑھی جاتی ہے اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے چھ حصے مولانا احمد رضا خاں

علیہ الرحمہ نے حرف بحرف سنے ہیں اور حسب ضرورت اصلاح بھی فرمائی ہے دیگر کتب فقہ میں جو اس کو امتیازی خصوصیت حاصل ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) یہ فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف ہے اس کتاب میں زندگی کے خطوط و نقوش اور تمام لوازمات کا شرعی احاطہ کرلیا گیا ہے اور شب و روز پیش آنے والے تمام مسائل اس میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔

(۲) ہرباب کے ذیل میں تائیدی آیات واحادیث طیبہ اس کے بعد مسائل فقیہ کا بیان ہے۔

(۳) اس کتاب میں ماخذ کے مکمل حوالجات کا التزام کیا گیا ہے۔

(۴) بحث کی پیچیدگیوں میں الجھے بغیربات دلنشین انداز میں کہی گئی ہے تاکہ قاری کے ذہن پر بوجھ نہ پڑے۔

(۵) عبارت نہایت جامع سادہ اور سلیس ہے جس کو ہر معمولی اردو خواں بھی سمجھ سکتا ہے' جزئیات سے پہلے کلیات کی نشاندہی کردی گئی ہے تاکہ نئے مسائل کے اخذ کرنے میں قاری کو سہولت فراہم ہو جائے۔

(۶) جملہ ابواب فقہ میں مسائل ضروریہ کا استفصار ہے۔

(۷) مفتی بہ اور صحیح و رجیح مسائل کا التزام ہے۔

(۸) ترتیب مسائل اور حسن بیان میں یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔

اس کتاب کے چند حصوں کو دیکھ کر فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں نے جو تحریر فرمایا تھا وہ پڑھنے کے قابل ہے۔

"الحمدللہ مسائل صحیحہ رجیحہ محققہ منقحہ پر مشتمل پایا آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلہ پائیں اور گمراہی و اغلاط کے مصنوع وملمع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں مولیٰ عزوجل مصنف کی عمرو علم و فیض میں برکت دے اور عقائد سے ضروری فروع تک ہرباب میں اس کتاب کے حصص کافی وشافی و وافی و صافی تالیف کرنے کی توفیق بخشے۔" (۱۹)

بہار شریعت کے جلد دوم کا مطالعہ فرمانے کے بعد مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم میرٹھی (متوفی ۱۹۵۴ء) فرماتے ہیں۔

"مولانا امجد علی صاحب دامت برکاتہم نے مسائل طہارت میں بہار شریعت جیسی جامع کتاب تالیف فرما کر مسلمانان ہند پر احسان فرمایا جس کے شکریہ سے عہدہ برآء ہونا دشوار' دعا ہے کہ رب العزت جل مجدہ مولانا موصوف کو اجر جزیل مرحمت فرمائے۔" (۲۰)

صدر الشریعہ نے بہار شریعت میں جس اعتماد و یقین کے ساتھ مسائل بیان کئے ہیں ان کا اندازہ کتاب کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ انہوں نے مسائل کا جس انداز سے احاطہ کیا ہے بلاشبہ اس کے وہ اہل تھے سارے بیان کردہ مسائل کی نشاندہی اور پھر اس کا تجزیہ کرنا اور دلائل و براہین اور لب و لہجہ کے اعتبار سے اس کی اہمیت واضح کرنا دقت طلب کے ساتھ ساتھ دقت طلب بھی ہے مثلاً مصنف نے طہارت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے کتاب میں ایک جگہ آب مطلق اور آب مقید سے بحث کی ہے۔ انہوں نے اس کے ضمن میں یہ بھی لکھا ہے۔

"حقہ کا پانی پاک ہے اگرچہ رنگ و بو مزہ میں تغیر آجائے اس سے وضو جائز ہے بقدر کفایت اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔" (۲۱)

اس مسئلہ پر کاٹھیا واڑ کے کچھ لوگوں نے اعتراض کیا اور اس میں اختلاف پیدا ہوگیا جب اس کی خبر مصنف کو ہوئی تو انہوں نے جلد دوم جو مسائل طہارت پر مشتمل ہے اس کا ایک ضمیمہ لکھا جس میں اس موضوع پر ایسی فاضلانہ بحث کی کہ اس دور کے علمائے حق کو ان کی فقہی بصیرت اور سیاست کو تسلیم کرنا پڑا اس اعتراض کا جو مصنف نے جواب دیا اسے مطالعہ کرنے کے بعد فقیہ اسلام مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

"مولانا مولوی امجد علی صاحب قادری اعظمی سلمہ کی یہ تحریر صحیح اور اس کا خلاف جہل صریح یا عناد قبیح جس سے اجتناب ہر مسلمان پر فرض قطعی۔" (۲۲)

محدث سورتی کے تلمیذ ارشد مولانا عبدالحق فرماتے ہیں۔

"حقہ کے پانی سے متعلق جو جواب مولانا امجد علی صاحب نے دیا ہے وہی حق ہے۔" (۲۳)

قاضی بلدہ مولانا احسان الحق فرماتے ہیں۔

"مسئلہ کی اس نوعیت میں حق مولانا امجد علی کے ساتھ ہے زیادہ بہتر یہی ہے کہ اس حق کی اتباع کی جائے" (۲۴)

مولانا محمد حسن السنوسی المدنی فرماتے ہیں۔

" فهذا تحرير لطهارة ماء القليان بعد استعماله فيه لا شك في طهارته وطهوريته كما هو في الاصل" (۲۵)

"حقہ کا پانی استعمال کرنے کے بعد اس کے طہارت سے متعلق یہ تحریر ہے اس پانی کی طہارت و طہوریت میں کوئی شک نہیں ہے ایسے ہی اصل میں ہے۔"

مولانا عبدالعلیم میرٹھی نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ تاثر قائم کیا۔

"آب قلیان کی طہارت و طہوریت کا ثبوت بدلائل ساطعہ اس فتویٰ میں دیا گیا ہے۔ اس پر جرح کرنا صرف ان ہی اصحاب کا کام معلوم ہوتا ہے جس کا مقصد بغض و فتنہ انگیزی ہو۔" (۲۶)

محدث اعظم مولانا ابوالمجاہد محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی نے اس مسئلہ سے متعلق یہ تاثر پیش کیا۔

حقہ کے پانی کی طہارت و طہوریت ظاہر کتب فقہ سے اس کی پاکی تطہیر صاب و باہر حضرت مولانا مولوی امجد علی قادری اعظمی مدظلہ نے ایسی تحقیق رتیق فرمائی ہے کہ مخالف جاہل ہے تو امید قوی ہے کہ قبول حق کرے معاند ہے تو سکوت سے کام لے۔" (۲۷)

مسائل شرعیہ مولانا امجد علی قادری کی نوک زبان پر رہتے تھے۔ امام احمد رضا نے جس کے سبب انہیں "صدر الشریعہ" کا خطاب عطا فرمایا تھا (۲۸) اس کتاب کی ترتیب میں زبانی یادداشت کو کافی دخل ہے پھر انہوں نے اس شاہکار تصنیف میں حسب ذیل کتابوں سے استفادہ بھی کیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، ردالمحتار، درمختار، فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ تاتارخانیہ، بحرالرائق، ہدایہ جوہرہ نیرہ، تنویر الابصار، فتح القدیر، کشف المغطا۔

حوالہ دینے کا التزام مصنف نے تو تمام مسائل کے ساتھ کیا ہے مگر کہیں کہیں ان کا یہ التزام ٹوٹ گیا ہے اس کی وجہ یا تو یہ ہوسکتی ہے کہ مذکورہ حوالہ سے متعلق وہ مسئلہ رہا ہو یا تو اپنی یادداشت کا انہوں نے سہارا لیا ہو۔

بہار شریعت کی کل ۱۹ جلدیں اس وقت سامنے ہیں جس میں ۱۸ مطبوعہ اور ایک غیر مطبوعہ ہے ان جلدوں میں جن مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے ان کی کل تعداد ۱۱۰۶۰ ہے اور اس کے ضمن میں ۲۲۴۷ تائیدی احادیث ہیں جن میں بعض باب فضیلت میں درج ہیں اس وقت بہار شریعت کے جس نسخہ کا تجزیہ مقصود ہے اس کی اہمیت یہ ہے کہ وہ مصنف کے دور حیات کا مطبوعہ ہے جس میں ۱۷ حصے دو ضخیم جلدوں میں ہیں پہلی جلد میں ۱۰ اور دوسری جلد میں ۷ حصے ہیں جن میں کل صفحات ۲۸۰۵ ہیں اور ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشر لاہور ہیں یہ مصنف کی سدابہار تصنیف ہے اس کے علاوہ نہ جانے کتنی بار کس کس انداز میں یہ کتاب طبع ہوکر اہل علم تک پہنچ چکی ہے اس نسخہ میں سن طباعت درج نہیں مگر مصلح کتاب کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۳۷۱ھ ۔۱۹۵۲ء میں چھپی ہے۔

پہلی جلد:۔ اس جلد میں عقائد سے متعلق مباحث ہیں کتاب میں کل ۱۲۳ عقیدے بیان کئے گئے ہیں جن مسائل پر گفتگو کی گئی ہے ان کی تعداد ۱۲۵ ہے۔ اہم عقیدوں کی سرخیاں اس طرح ہیں۔

ذات و صفات باری تعالیٰ، عقائد نبوت، ملائکہ، جن، جنت ودوزخ، ایمان وکفر، امامت وولایت، عالم برزخ اور معاد ومحشر وغیرہ جہاں مصنف نے معادو محشر کا ذکر کیا ہے وہاں انہوں نے اس کے ضمن میں ۲۸ نشانیاں شمار کرائی ہیں۔

دوسری جلد:۔ یہ کتاب کتاب الطہارت کے ابواب وفصول پر مشتمل ہے اس میں ۸۹ احادیث اور ۶۶۲ مسائل کا ذکر ہے۔ وضو، غسل، تیمم، حیض، نفاس، استحاضہ، موزوں پر مسح، نجاستوں اور استنجا کا بیان اس کے مباحث ہیں اس جلد کی تکمیل غالباً ۱۳۳۵ھ میں ہوئی اس کے آخر میں ایک ضمیمہ بھی ہے جو حقہ کے پانی سے متعلق کئے گئے اعتراضات کا جواب ہے جس کے آخر میں اس دور کے جلیل القدر علماء کی تصدیقات بھی ہیں۔

تیسری جلد:۔ نماز جیسی اہم عبادت سے شروع ہوکر "احکام مسجد" کے بیان پر ختم ہوتی ہے اس میں کل ۳۴۲، احادیث اور ۸۴۲ مسائل ہیں اس کے اہم مباحث اس طرح ہیں۔

"نماز، وقت نماز، اذان، شرائط نماز، طریقہ نماز، مسئلہ درود، بعد نماز ذکرو دعا، تلاوت قرآن مجید، قرات میں غلطی، امامت، جماعت، مکروہات اور احکام مسجد وغیرہ۔ کتاب کے اواخر میں فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں کی تقریظ جلیل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب رمضان ۱۳۳۷ھ میں مکمل ہوئی۔

چوتھی جلد:۔ اس کتاب میں وتر کا بیان، وتر کے فضائل، سنن و نوافل کا بیان، نماز استخارہ، تراویح کا بیان، قضا نماز کا بیان، سجدہ سہو، سجدہ تلاوت، نماز مسافر، نماز مریض، نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز استسقاء، نماز خوف، کتاب الجنائز، بیماری کا بیان، قبرودفن، تعزیت، شہید کا بیان وغیرہ جیسے اہم مسائل درج کئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں کل ۱۷۶ احادیث اور ۸۱۰ مسائل کا ذکر ہے۔ ۱۳۳۷ھ ہی میں غالباً یہ جلد بھی پایہ تکمیل کو پہنچی ہے۔

پانچویں جلد:۔ اس کتاب کی ابتداء زکوۃ کے مسائل سے ہوتی ہے اور مسائل اعتکاف پر اس کا اختتام ہوتا ہے اس میں ۲۵۳ احادیث اور ۵۳۰ مسائل ہیں جن عناوین کے ضمن میں مسائل بیان کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

"زکوۃ کا بیان، سائمہ کی زکوۃ کا بیان، اونٹ، گائے، بکریوں جانوروں کے زکوۃ کا بیان، سونے چاندی اور مال تجارت کی زکوۃ کا

بیان، عاشر کا بیان، کان اور دفینہ کا بیان، عشر و خراج کا بیان، صدقہ فطر کا بیان، روزہ کا بیان، صدقات نفل کا بیان، روزہ کے مکروہات کا بیان، سحری وافطار کا بیان، منت کے روزے کا بیان اور اعتکاف کا بیان۔

چھٹی جلد:۔ اس جلد میں ۱۱۵ احادیث اور ۴۷۵ مسائل ہیں یہ جلد حج کے فضائل و مناسک پر مشتمل ہے اس کتاب کے بارے میں مصنف فرماتے ہیں۔

"اس کتاب کی تصنیف شب بستم ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ کو ختم ہوئی اور تھوڑے دنوں بعد امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ الاقدس کو سنا بھی دی تھی فقیر جب حرمین طیبین روانہ ہوا اس رسالہ کو اپنے ساتھ رکھا تھا اور بمبئی کے ایک ہفتہ قیام میں مبیضہ کیا مگر اس کی طبع میں مواقع پیش آتے گئے جس کی وجہ سے بہت تاخیر ہوئی خدا کا شکر ہے کہ اب طبع ہوگیا۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے نفع پہنچائے (۲۹) اس کتاب میں حج کے جن مسائل کی سرخی قائم کی گئی ہے اس کی ترتیب اس طرح ہے۔

"حج کا بیان، میقات کا بیان، احرام کا بیان، داخلی حرم محترم و مکہ مکرمہ و مسجد الحرام، اطواف وسعی صفا و مروہ و عمرہ کا بیان، منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف، مزدلفہ کی روانگی اور اس کا وقوف، منیٰ کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال، قرآن کا بیان، تمتع کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، محصر کا بیان، حج فوت ہونے کا بیان، حج بدل کا بیان، ہدی کا بیان، حج کی منت کا بیان، فضائل مدینہ طیبہ"

ساتویں جلد:۔ یہ جلد نکاح کے مسائل پر مشتمل ہے اس میں ۴۸ احادیث اور ۴۱۸ مسائل کا ذکر ہے اس کے اہم موضوعات اس طرح ہیں۔

"نکاح کا بیان، محرمات کا بیان، دودھ کے رشتہ کا بیان، ولی کا بیان، کفو کا بیان، نکاح کی وکالت کا بیان، مہر کا بیان، لونڈی غلام کے نکاح کا بیان، نکاح کافر کا بیان، باری مقرر کرنے کا بیان، حقوق الزوجین، شادی کے رسوم۔

آٹھویں جلد:۔ یہ کتاب ۱۲۱ احادیث اور ۷۴۲ مسائل پر مشتمل ہے اس میں طلاق کے مسائل مع کلیات و جزئیات بیان کئے گئے ہیں اس کی تکمیل ۲۲ ربیع الاخر ۱۳۳۸ھ کو ہوئی اس میں مندرجہ ذیل مسائل کو دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

طلاق کا بیان، صریح کا بیان، اضافت کا بیان، غیر مدخولہ کی طلاق کا بیان، کنایہ کا بیان، تعلیق کا بیان، استثناء کا بیان، طلاق مریض کا بیان، رجعت کا بیان، ایلا کا بیان، خلع کا بیان، کفارہ کا بیان، لعان کا بیان، عنین کا بیان، عدت کا بیان، سوگ کا بیان، ثبوت نسب کا بیان، نفقہ کا بیان۔

یہ اس کتاب کی اہم سرخیاں ہیں اس کے ضمن میں اس کے متعلقہ مسائل کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کتاب کا اختتام جس مسئلہ پر ہوتا ہے وہ جانور پر بوجھ لادنے سے متعلق ہے۔

نویں جلد : اس جلد میں درج ذیل مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔

"آزاد کرنے کا بیان، مدبر و مکاتب وام ولد کا بیان، قسم کا بیان، قسم کے کفارہ کا بیان، منت کا بیان، مکان میں جانے اور رہنے سے متعلق قسم کا بیان، کھانے پینے کی قسم کا بیان، کلام کے متعلق قسم کا بیان، طلاق دینے اور آزاد کرنے کی یمین، خرید و فروخت و نکاح وغیرہ کی تقسیم، نماز و روزہ و حج کی قسم کا بیان، لباس کے متعلق قسم کا بیان، مارنے کے متعلق قسم کا بیان ادائے دین وغیرہ کے

متعلق قسم کا بیان، حدود کا بیان، کہاں حد واجب ہے کہاں نہیں، زنا کی گواہی دے کر رجوع کرنا، شراب پینے کی حد کا بیان حد قذف کا بیان، تعزیر کا بیان، چوری کی حد کا بیان، ہاتھ کاٹنے کا بیان، راہزنی کا بیان، کتاب السیر، غنیمت کا بیان، غنیمت کی تقسیم کا بیان، استیلائے کفار کا بیان، مستامن کا بیان، عشرو خراج کا بیان، جزیہ کا بیان، مرتد کا بیان۔

اس میں کل ۱۸۸ احادیث اور ٦٥٦ مسائل ہیں اس کی تکمیل ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ میں ہوئی۔

دسویں جلد:۔ اس جلد کی تکمیل ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ کو ہوئی اس میں ۲۵ احادیث اور ۵٦۱ مسائل کا ذکر ہے اس کی ابتداء لقطہ کے بیان سے ہوتی ہے اور اختتام وقف مریض پر ہے اس کے علاوہ مندرجہ ذیل مباحث اس میں ہیں۔

"لقیط کا بیان، مفقود کا بیان، شرک فاسدہ کا بیان، شرکت کا بیان، وقف کا بیان، کس چیز کا وقف صحیح ہے، مصارف وقف کا بیان، اولاد یا اپنی ذات پر وقف کا بیان، مسجد کا بیان، قبرستان وغیرہ کا بیان، وقف میں شرائط کا بیان، تولیت کا بیان، اوقاف کے اجارہ کا بیان، دعویٰ اور شہادت کا بیان۔

اس کتاب کا اختتام "وقف مریض" کے اس مسئلہ پر ہوتا ہے۔

اگر مرنے پر وقف کو معلق کیا ہے تو یہ وقف نہیں بلکہ وصیت ہے لہٰذا مرنے سے قبل اس میں رجوع کرسکتا ہے اور ایک ہی ثلث میں جاری ہوگی۔" (۳۰)

گیارہویں جلد:۔ اس جلد میں ۱۹٦ احادیث اور ٦٦۷ مسائل ہیں "خرید وفروخت کے بیان سے اس جلد کا آغاز ہوتا ہے اور اس کا اختتام ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ کو بیع صرف کے مسئلہ پر ہوتا ہے اس کے علاوہ کتاب کی درج ذیل سرخیاں اہم ہیں۔

خیار شرط کا بیان، خیار عیب کا بیان، بیع فاسد کا بیان، بیع مکروہ کا بیان، اقالہ کا بیان، مرابحہ وتولیہ کا بیان، بیع وثمن میں تصرف کا بیان، قرض کا بیان، سود کا بیان، حقوق کا بیان، استحقاق کا بیان، بیع سلم کا بیان، استصناع کا بیان، بیع صرف کا بیان۔

بارہویں جلد:۔ اس جلد میں ۱۴۱ احادیث اور ۵٦۸ مسائل ہیں۔ شروع کتاب میں کفالت کی اصطلاحی تعریف ہے اس کے بعد کفالت کے مسائل بیان کئے گئے ہیں پھر بالترتیب درج ذیل موضوعات پر عالمانہ سنجیدہ گفتگو ہے۔

"حوالہ کا بیان، قضا کا بیان، افتار کے مسائل، تحکیم کا بیان، گواہی کا بیان، شہادت میں اختلاف کا بیان، شہادت علی الشہادۃ کا بیان، گواہی سے رجوع کرنے کا بیان، وکالت کا بیان، خرید وفروخت میں توکیل کا بیان، وکیل بالخصومتہ اور وکیل بالقبض کا بیان، وکیل کو معزول کرنے کا بیان۔

تیرہویں جلد:۔ اس جلد کا آغاز "دعویٰ کا بیان" سے ہوتا ہے اس میں ۱۲ احادیث اور ٦۰۰ مسائل ہیں اس کے دوسرے موضوعات یہ ہیں۔

"حلف کا بیان، تحالف کا بیان، دعویٰ دفع کرنے کا بیان، دو شخصوں کے دعویٰ کرنے کا بیان، دعوائے نسب کا بیان، اقرار کا بیان، استثنا اور اس کے متعلقات کا بیان، نکاح و طلاق کا اقرار، وصی کا اقرار، اقرار مریض کا بیان، اقرار نسب، صلح کا بیان، دعوائے دین

میں صلح کا بیان، تخارج کا بیان، غصب و سرقہ و اکراہ میں صلح، کام کرنے والوں میں صلح، بیع میں صلح، صلح میں خیار، جائیداد غیر منقولہ میں صلح، یمین کے متعلق صلح وغیرہ۔

اس کتاب کے آخر میں صلح کے متعلق کچھ احادیث اور آیات ہیں جو شاید درمیان کتاب میں صلح کے موضوع پر لکھنے سے رہ گئے تھے۔

چودھویں جلد:۔ اس جلد میں ۲۴ احادیث اور ۷۳۲ مسائل ہیں، مندرجہ ذیل موضوعات پر اس کتاب میں تفصیلی بحث ہے۔

"مضاربت کا بیان، ودیعت کا بیان، عاریت کا بیان، ہبہ کا بیان، ہبہ واپس لینے کا بیان، اجارہ کا بیان، دایہ کے اجارہ کا بیان، اجارہ فاسدہ کا بیان، ضمان اجیر کا بیان، اجارہ فسخ کرنے کا بیان، ولا کا بیان۔

جس مسئلہ پر کتاب کا اختتام ہوتا ہے وہ یہ ہے۔

"مرد نے اسلام قبول کرکے ایک شخص سے موالاۃ کی اور عورت نے اسلام لاکر دوسرے سے موالات کی تو ان دونوں سے جو بچہ پیدا ہوگا۔ اس کا تعلق باپ کے مولیٰ سے ہوگا۔ ماں کے مولیٰ سے نہیں ہوگا۔(۳۱)

پندرہویں جلد:۔ اس جلد میں ۸۴ احادیث اور ۶۶۵ مسائل ہیں۔ اکراہ کے بیان سے کتاب کا آغاز ہوتا ہے، حجر، بلوغ، ماذون، غصب، مغصوب چیز میں تغیر، شفعہ، طلب شفعہ، شفعہ کے مراتب، شفعہ باطل ہونے کی وجہ، تقسیم، طریقہ تقسیم، مہایاۃ، مزارعت، معاملہ، ذبح، حلال و حرام جانور، قربانی، عقیقہ، قربانی کے جانوروں کا بیان، اس کتاب کے دوسرے موضوعات ہیں۔

سولہویں جلد:۔ اس جلد میں ۸۲۶ احادیث اور ۵۴۴ مسائل ہیں اس کتاب میں جن مسائل کو موضوع قلم بنایا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

خظر واباحت، پانی پینے کا بیان، ولیمہ، ضیافت، ظروف، خبر کہاں معتبر ہے، لباس، عمامہ، جوتا، انگوٹھی اور زیور کا بیان، برتن چھپانے اور سونے کے وقت کے آداب، بیٹھنے، سونے اور چلنے کے آداب، دیکھنے اور چھونے کا بیان، مکان میں جانے کے لئے اجازت لینا، سلام، مصافحہ، معانقہ، چھینک اور جماہی، خرید وفروخت کا بیان، آداب مسجد وقبلہ، قرآن مجید پڑھنے کے فضائل، عیادت، علاج لہو ولعب، اشعار، جھوٹ، بغض وحسد، غصہ و تکبر، سلوک کا بیان، ہجروقطع تعلق کی ممانعت، پڑوسیوں کے حقوق، اللہ کے لئے دوستی و دشمنی، حجامت بنوانے وناخن ترشوانے کا بیان، ختنہ، زینت، منابقت کسب، امربالمعروف ونہی عن المنکر، ریا و سمعہ اور زیارت قبور کا بیان، ایصال ثواب مجالس خیر، آداب سفر وغیرہ۔

سترہویں جلد:۔ تحری کے بیان سے اس جلد کا آغاز ہوتا ہے اس میں ۶۹ احادیث اور ۳۶۰ مسائل ہیں اس جلد کی تکمیل ار ربیع الاخر ۱۷ ۱۳ھ میں ہوئی یہ مصنف کی اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے اس میں درج ذیل مباحث کا ذکر ہے۔

"احیاء اموات، شرب، اشربہ، شکار، جانوروں سے شکار، زمین، شئی، مرہون کے مصارف کا بیان، مرہون میں تصرف، کس چیز کو رہن رکھ سکتے ہیں، باپ یا وصی کا نابالغ کی رہن رکھنا، رہن میں خیانت کا بیان، جنایات کا بیان، کہاں قصاص واجب ہوتا ہے، اطراف میں قصاص کا بیان۔

کتاب کے آخر میں ایک عرض حال ہے جو تین صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں مصنف نے اپنی مجبوریاں پریشانیاں اور

مستقبل کے عزائم کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی باقی حصوں کی تکمیل کی وصیت بھی کی ہے۔

اٹھارہویں جلد:۔ مصنف بہار شریعت کے حسب وصیت اور مولانا قاری رضا المصطفیٰ کی تحریک پر مصنف کے فرزند اکبر مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری اور دو شاگرد مولانا وقار الدین اور مولانا محبوب رضا خاں کے قلمی تعاون سے ۱۹۸۱ء میں منظر عام پر آئی ہے جو نسخہ میرے پیش نظر ہے اس کی طباعت ۱۹۸۱ء میں تاج آفسٹ پریس الہ آباد میں دائرۃ المعارف الامجدیہ قادری منزل گھوسی کے زیر اہتمام ہوئی۔ اس کتاب میں صفحات ۱۴۴ اور کل مسائل ۶۵۸ ہیں۔

شروع کتاب میں مولانا عبدالمنان کلیمی کا "کلمہ آغاز" ہے جس میں مصنف کا مختصر تعارف اور دائرہ المعارف کی کارکردگی کا ذکر ہے اصل کتاب میں سلسلہ کلام کو باقی رکھنے کے لئے ابتدا میں ان چند مباحث کا ذکر ہے جسے مصنف نے سترہویں جلد کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ وہ مباحث یہ ہیں جنایات کا بیان، کہاں قصاص واجب ہوتا ہے کہاں نہیں، اطراف میں قصاص کا بیان، موخر الذکر موضوع سے متعلق کچھ مسائل تو صدر الشریعہ نے بیان کئے ہیں اور کچھ ان حضرات نے ان کی تصنیف کا آغاز اس مسئلہ سے ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱:۔ زخموں کا قصاص صحت کے بعد لیا جائے گا (شامی ۵:۴۸۵) تبیین (۶:۱۲۸) بحرالرائق (۸:۳۴۰) بدائع صنائع (۷:۳۱۰) طحطاوی (۴:۲۶۸)

اس کے علاوہ اس کے درج ذیل موضوعات بھی ہیں۔

آنکھ کا بیان، کان، ناک، ہونٹ، زبان، دانت، انگلیاں، ہاتھ کے مسائل کا بیان، شخص واحد میں قتل اور قطع عضو کا بیان، قتل پر گواہی کا بیان، دیت کا بیان، زبان کی دیت، چہرے اور سر کے زخموں کا بیان، حمل کا بیان، بچوں سے متعلق جنایات کا بیان، دیوار گرنے سے حادثہ کا بیان، جانوروں سے نقصان کا بیان، قسامت کا بیان، متفرقات کا بیان، عاقلہ کا بیان وغیرہ۔

انیسویں جلد:۔ یہ جلد ابھی غیر مطبوعہ ہے اس کے مصنف صدر الشریعہ کے آخری دور کے شاگرد مولانا سید ظہیر احمد زیدی سابق استاذ شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہیں کتاب تکمیل کے آخری مرحلہ میں ہے خدا کرے مصنف بقید صحت و عافیت رہ کر کتاب کو ہدیہ ناظرین کرنے میں جلد کامیاب ہو جائیں۔

اس زیر ترتیب کتاب میں کل ۸ احادیث اور ۴۴۵ مسئلے ہیں وصایا کے مباحث پر یہ کتاب مشتمل ہے کتاب کا اختتام ذمی کی وصیت کے بیان پر ہوتا ہے۔ درمیان کتاب کے مباحث اس طرح ہیں۔

وصیت سے رجوع کرنے کا بیان، وصیت کے الفاظ کا بیان، ثلث مال کی وصیت کا بیان، کس حالت میں وصیت معتبر ہے، کون سی وصیت مقدم ہے کون سی موخر، اقارب و ہمسایہ کے لئے وصیت، مکان میں رہنے باغ و پھل کی وصیت کا بیان، وصی اور اس کے اختیارات کا بیان وصیت پر شہادت کا بیان متفرق مسائل وغیرہ۔

حواشی و حوالے

(۱) بحرالعلوم عبدالعلی، شرح مسلم الثبوت ص ۶ لکھنؤ

(۲) سورۃ توبہ آیت ۱۲۲
(۳) بخاری شریف کتاب العلم حدیث نمبر۶۰ (۱:۱۶) دہلی
(۴) ترمذی شریف (۲:۸۹) دہلی
(۵) ولی اللہ دہلوی' ازالتہ الخفاء (۲:۱۴۰)
(۶) عبدالحئی فرنگی محلی' الثقافتہ الاسلامیتہ (اردو) ص ۱۵۲
(۷) جمیل جبر الجاحظہ ص ۷
(۸) مولانا مصطفیٰ رضا خان: ملفوظات (۱:۹۳) کراچی
(۹) ماہنامہ پاسبان الہ آباد امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۶۲ء ص ۶۵
(۱۰) روداد مدرسہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ بابت جون ۵۷-۱۳۵۸ھ
(۱۱) معارف اعظم گڑھ فروری ۱۹۲۶ء ص ۲ مرتبہ سید سلیمان ندوی
(۱۲) عبدالشاہد باغی ہندوستان ص ۳۴۰ لاہور ۱۹۷۸ء
(۱۳) مولانا امجد علی' بہار شریعت (۱۷:۱۰۲) لاہور
(۱۴) مولانا امجد علی' فتاویٰ امجدیہ (۱:ز)
(۱۵) مولانا امجد علی' بہار شریعت (۱۷:۱۰۲) لاہور
(۱۶) مولانا امجد علی' بہار شریعت (۱۷:۱۰۲) لاہور
(۱۷) مولانا امجد علی' بہار شریعت (۱۷:۱۰۰) لاہور
(۱۸) مولانا امجد علی' بہار شریعت (۱۷:۱۰۱) لاہور
(۱۹) مولانا امجد علی' بہار شریعت (۱۷:۱۱۶) لاہور
(۲۰) مولانا امجد علی' ضمیمہ بہار شریعت (۲:۱۲۸) لاہور
(۲۱) مولانا امجد علی' ضمیمہ بہار شریعت (۲:۱۱۷) لاہور
(۲۲) مولانا امجد علی' ضمیمہ بہار شریعت (۲:۱۲۷) لاہور
(۲۳) مولانا امجد علی' ضمیمہ بہار شریعت (۲:۱۲۸) لاہور
(۲۴) مولانا امجد علی' ضمیمہ بہار شریعت (۲:۱۲۸) لاہور
(۲۵) مولانا امجد علی' ضمیمہ بہار شریعت (۲:۱۲۸) لاہور
(۲۶) مولانا امجد علی' ضمیمہ بہار شریعت (۲:۱۲۸) لاہور
(۲۷) مولانا امجد علی' ضمیمہ بہار شریعت (۲:۱۲۷) لاہور
(۲۸) مولانا امجد علی' نقید السلام ص ۱۷۲ الہ آباد ۱۹۸۱ء
(۲۹) مولانا امجد علی' بہار شریعت (۶:۱۸۴) لاہور
(۳۰) مولانا امجد علی' بہار شریعت (۱۰:۱۳۴) لاہور
(۳۱) مولانا امجد علی' بہار شریعت (۱۴:۱۷۶) لاہور

صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز

خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

شیخ الحدیث مولانا عبد الحکیم شرف قادری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

نام و نسب و تحصیل علوم : صدر شریعت' بدر طریقت مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی ابن مولانا حکیم جمال الدین ابن مولانا خدابخش ابن مولانا خیرالدین (قدست اسرارہم) ۱۲۹۶ھ ۹-۱۸۷۸ء میں قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین۔ ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد اور جدامجد علم و فضل اور فن طب میں یکتائے روزگار تھے۔ ابتدائی کتب جدامجد سے پڑھیں۔ بعدازاں اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق رحمتہ اللہ تعالیٰ (بانی دارالعلوم اشرفیہ مبارکہ و تلمیذ مولانا ہدایت اللہ جونپوری) سے علوم و فنون کی ابتدائی کتابیں پڑھیں' پھر انہیں کے مشورے سے استاذ الکل مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری ثم جونپوری رحمتہ اللہ تعالیٰ (م یکم رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) تلمیذ خاتم الحکماء' اسیرانڈمن مولانا شاہ محمد فضل حق خیرآبادی قدس سرہ سے اکتساب فیض کے لئے مدرسہ حنفیہ جونپور میں داخل ہوئے' ۲۔ رات کو خدمت گزاری کے لئے حاضر ہوئے تو استاذ محترم تمام اسباق کا اعادہ کرا دیتے اور اگر کوئی فروگزاشت ہوجاتی تو اس کا ازالہ فرما دیتے۔ یہی وجہ تھی کہ دور طالب علمی میں افہام و تفہیم کا ملکہ اتنا راسخ ہو گیا تھا کہ اگر قطبی پڑھتے تو شرح تہذیب دوسرے طلبہ کو باسانی پڑھاتے تھے۔ ۳۔

علوم و فنون کی تکمیل کے بعد حجتہ العصر' شیخ المحدثین مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ (۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدرسہ الحدیث (پیلی بھیت) میں درس حدیث لیا۔ اور (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) میں سند حاصل کی۔ بعدازاں ۱۳۲۳ھ میں حکیم عبدالولی جھوائی ٹولہ' لکھنؤ سے فن طب حاصل کیا۔ ۲۴ھ سے ۲۷ھ تک حضرت محدث سورتی کے مدرسہ میں درس دیا۔ اس کے بعد ایک سال تک پٹنہ میں مطب کرتے رہے۔ ۴۔

بارگاہ رضا میں حاضری : اس اثنا میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو مدرسہ "منظراسلام" بریلی میں مدرس کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے مولانا امجد علی اعظمی کا نام پیش کیا جسے اعلیٰ حضرت بریلوی نے بہت پسند فرمایا' چنانچہ آپ' استاذ محترم محدث سورتی کے حکم کے مطابق پٹنہ کا مطب چھوڑ کر بریلی شریف آگئے۔ ابتداء" تدریس کا کام شروع کیا۔ بعدازاں مطبع اہل سنت کا انتظام بھی آپ کے سپرد کردیا گیا' فتویٰ نویسی کا کام اس کے علاوہ تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی عشق رسالت اور اتباع شریعت سے معمور زندگی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ

سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل ہوئے اور بہت جلد خلافت سے نوازے گئے، اگرچہ آپ نے اعلیٰ حضرت سے کوئی کتاب سبقاً" نہیں پڑھی تھی لیکن فرماتے تھے۔ جو کچھ ہے سب آپ ہی کا فیض کرم ہے۔ تقریباً اٹھارہ برس شیخ کامل کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے، مرشد شریعت و طریقت کی نگاہ کیمیا اثر نے آپ کو جامع فضل و کمال بنا دیا۔۵۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی آپ پر بے حد شفقت فرماتے تھے اور فتاویٰ کے سلسلے میں آپ پر حد درجہ اعتماد فرماتے تھے۔ ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:

> آپ کے ہاں موجود دین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔۶۔

تلامذہ اور خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میرا امجد ، مجد کا پکا
اس سے بہت کچھاتے یہ ہیں۷۔

بریلی شریف میں دینی مشاغل کی کثرت: حضرت صدرالشریعہ نے بریلی شریف کے قیام کے دوران شب و روز دینی خدمت کے لئے وقف کردیئے۔ صبح سویرے تدریس، دوپہر کو پریس کی نگرانی، پروف ریڈنگ، پریس مینوں کو ہدایات اور پارسلوں کی ترسیل، دوپہر کے بعد عصر تک پھر تدریس، عصر کے بعد اعلیٰ حضرت بریلوی کے پاس آئے ہوئے سوالات کے جواب لکھتے۔ مغرب کے بعد کھانا تناول فرما کر مطالعہ فرماتے۔ عشاء کے بعد بارہ ایک بجے تک پریس وغیرہ کا کام کرتے۔ ان دنوں بدمذہبوں کے رد میں روزانہ نئے رسائل اور اشتہار شائع ہو رہے تھے، فیض رضا نے احباب اور معاونین میں وہ سپرٹ پیدا کردی تھی کہ انہیں کثرت کار کا بالکل بوجھ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ معاصرین اور خاص طور پر مولانا امجد رضاخان رحمتہ اللہ تعالیٰ (مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضاخان مدظلہ العالی کے ماموں، جنہیں بریلی شریف کے اکثر لوگ ماموں جان ہی کہتے تھے) کا بیان ہے کہ

مولانا امجد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں۔۸۔

یہ سلسلہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وصال کے بعد ۱۹۲۴ء تک جاری رہا جب آپ کو بحیثیت صدر مدرس دارالعلوم معینیہ عثمانیہ، اجمیر شریف جانا پڑا۔

ناقابل فراموش کارنامہ: اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کا ترجمہ قرآن مجید مسمی بہ اسم تاریخی "کنزالایمان فی ترجمہ القرآن" (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء) افادیت، اہمیت اور دیگر تراجم پر فوقیت کے اعتبار سے محتاج بیان نہیں، صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی قدس سرہ کی مساعی جمیلہ سے معرض ظہور میں آیا۔ امام احمد رضا بریلوی کو خود قرآن پاک کے ترجمہ کی ضرورت کا احساس تھا لیکن تصنیف و تالیف اور دیگر علمی مصروفیات کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے اس کام میں تاخیر ہوتی رہی، آخر ایک دن صدرالشریعہ، قلم و دوات اور کاغذ لے کر حاضر ہوگئے اور ترجمہ شروع کرنے کی درخواست کی، اعلیٰ حضرت نے اسی وقت ترجمہ شروع کردیا۔ پہلے پہل ایک آیت کا ترجمہ ہوتا، پھر یہ محسوس کرکے کہ اس طرح تکمیل میں بہت دیر لگ جائے گی پورے ایک رکوع کا ترجمہ ہونے لگا، اس کے ساتھ ساتھ حضرت صدرالشریعہ اور دیگر علماء مستند تفاسیر کے ساتھ ترجمہ کی مطابقت

تلاش کرتے، انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی کہ اعلیٰ حضرت جو ترجمہ تیاری اور مطالعہ کے بغیر لکھاتے ہیں اکثر تفاسیر کے مطابق ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت صدرالشریعہ بعض اوقات رات کے دو دو بجے تک مصروف رہتے۔۹۔

تدریس : حضرت صدرالشریعہ نے ابتدائے جوانی سے تدریس کا کام شروع کیا اور آخر عمر تک جاری رکھا اور حق یہ ہے کہ انہوں نے تدریس کا حق ادا کیا اور نابغہ روزگار علماء و فضلاء کی ایک جماعت تیار کی جن کا علمی فیض آج بھی پاک و ہند کے گوشے گوشے میں جاری و ساری ہے بلکہ دیگر ممالک تک پہنچ چکا ہے۔ اس دعوے کی صداقت معلوم کرنے کے لئے آپ کے تلامذہ کی فہرست پر ایک نگاہ ڈال لینا کافی ہوگا، دیگر مدرسین سے پہلے صبح سویرے اسباق شروع کراتے اور بارہ بجے تک پڑھاتے۔ ظہر سے عصر تک پھر یہی سلسلہ جاری رہتا، اجمیر شریف کے قیام کے دنوں جب اطباء کے مشورے کی بنا پر عصر کے بعد دولت باغ میں تفریح کے لئے تشریف لے جاتے تو محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قدس سرہ کوئی کتاب لئے ساتھ رہتے اور دوران تفریح سبق جاری رہتا۔۱۰۔

آپ نے طویل عرصہ تک مدرسہ "منظراسلام" بریلی شریف میں تدریس کے فرائض انجام دیئے (۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء) میں حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ (اجمیر شریف) کی صدارت کے لئے میر نثار احمد مرحوم متولی و مہتمم کا دعوت نامہ لے کر پہنچے لیکن آپ نے یہ کہہ کر معذرت کردی کہ میں شیخ کا آستانہ اور مدرسہ چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ انہوں نے حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی طرف رجوع کیا۔ ان کی طرف سے اجازت ملنے پر آپ اجمیر شریف چلے گئے اور پوری جانفشانی اور محنت سے کام کیا۔ یہیں آپ نے وہ یگانہ روزگار افاضل تیار کئے جن میں سے ہر ایک آسمان علم و فضل پر نیر تاباں بن کر چمکا، ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں میر نثار احمد مرحوم متولی سے بعض امور میں اختلاف کی وجہ سے علماء کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ بریلی شریف چلے گئے۔ ۱۱۔ اور تین سال تک منظراسلام بریلی میں درس دیا۔ ۱۲۔ بعدازاں نواب حاجی غلام محمد خان شروانی رئیس ریاست دادوں (علی گڑھ) متوفی ۱۴ ربیع الاول (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کی دعوت پر بہ حیثیت صدر مدرس دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ (قائم کردہ نواب ابوبکر رحمتہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۴ رمضان المبارک (۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) میں تشریف لے گئے اور سات سال تک بہ کمال حسن و خوبی تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ مولانا حبیب الرحمٰن شروانی نے ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء میں مدرسہ کے سالانہ جلسہ امتحان کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے آپ کے فضل و کمال کا اعتراف ان الفاظ میں کیا۔

مولانا امجد علی پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں سے ایک ہیں جنہیں میں منتخب جانتا ہوں۔۱۳۔

جس زمانے میں آپ دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ میں صدر مدرس تھے، مولانا عبدالشاہد خان شروانی بھی اسی مدرسہ میں مدرس تھے، انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے :

> مولانا محمد امجد علی اعظمی سات سال سے صدر مدرس تھے۔ بریلی، اجمیر اور دوسرے مدرسوں کے صدر مدرس رہ چکے تھے، کہنہ مشقی کی بنا پر درسیات میں پوری مہارت رکھتے ہیں۔ مولانا ہدایت اللہ خان جونپوری مرحوم تلمیذ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کے شاگرد، اور مولانا سید سلیمان اشرف بہاری مرحوم سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ہم درس اور استاد برادر ہیں۔۱۴۔

۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء تک اُدوں میں قیام رہا۔ اس کے بعد ایک سال بنارس میں رہے۔ بعدازاں ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء تک منظر اسلام بریلی میں درس دیا۔

اجمیر شریف قیام کے دوران شروع میں زیادہ تر تفسیر حدیث کے اسباق پڑھاتے تھے، پھر جب وہاں کے بعض مدرسین نے یہ پراپیگنڈہ کیا کہ دینیات میں تو ان کی بالغ نظری مسلم ہے لیکن منطق و فلسفہ میں ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتے، تو آپ منطق و فلسفہ کی منتہی کتب بھی پڑھانے لگے۔۱۵۔ آپ کے پڑھانے کا طریقہ تھا کہ طالب علم سے عبارت پڑھوانے کے بعد ترجمہ بھی اسی سے کرواتے، عبارت میں صرفی و نحوی قواعد کا پوری طرح خیال رکھتے اور ترجمہ میں اردو زبان کی صحت، اصل کے ساتھ مطابقت اور معنی خیزی کا پورا اہتمام کرتے، اسی وجہ سے طلبہ کو تیاری کے لئے اچھی خاصی محنت کرنی پڑتی، بعدازاں مقصد کتاب کی بڑی آسان تقریر فرماتے۔ آخری کتابوں میں قیل و قال بھی فرماتے اور بعض اوقات محاکمہ بھی فرماتے، ابتدائی کتابوں میں طلبہ کی استعداد کے مطابق مختصر گفتگو فرماتے، یہ انداز تدریس طلبہ میں بہترین صلاحیت پیدا کرنے کے لئے جمعہ کے دن تقریر اور مناظرہ کی مجلس منعقد ہوتی، مقررین کی اصلاح اور نقد و تبصرہ بھی فرمایا جاتا۔ اس طرح طلبہ کی پوشیدہ صلاحیتیں نمایاں ہوتیں اور یہ مشقیں آئندہ کے لئے رہنما ثابت ہوتیں بڑا مفید ثابت ہوتا۔۱۶۔

تبلیغ و تقریر : اجمیر شریف کے قرب و جوار میں راجپوت قوم، راجہ پرتھوی راج کی اولاد آباد تھی جو مسلمان ہو چکی تھی لیکن ان میں فرائض و واجبات سے غفلت اور مشرکانہ رسوم بہ کثرت پائی جاتی تھیں۔ بارگاہ چشتیہ کے گھرانے میں ان کی اکثر شادیاں ہوتی رہتی تھیں۔ حضرت صدرالشریعہ کے ایماء پر آپ کے تلامذہ نے ان لوگوں میں تبلیغ کا پروگرام بنایا، تبلیغی جلسوں کا خوشگوار اثر ہوا اور ان لوگوں میں مشرکانہ رسوم سے اجتناب اور دینی اقدار کے اپنانے کا جذبہ پیدا ہوگیا۔۱۷۔ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں :

اجمیر کے زمانہ قیام میں مولانا محمد امجد علی نے خوب تبلیغ کی اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے۱۸۔

اس کے علاوہ اردگرد کے بڑے شہروں اور قصبات مثلاً نصیرآباد، بیاور، لاڈنوں، جے پور، جودھپور، پالی ماڑوار اور چتوڑ وغیرہ میں بھی خود آپ اور آپ کے تلامذہ تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھتے اور مذہب اہل سنت کی اشاعت اور وہابیہ، قادیانیہ کا رد کیا کرتے تھے۔۱۹۔

آپ کی تقریر خالص علمی مضامین اور قرآن و حدیث کی تفسیر و تفصیل پر مشتمل ہوا کرتی تھی، مسلک اہل سنت کو اس طرح بیان فرماتے کہ مخالفین کو بھی تسلیم کے بغیر چارہ نہ رہتا۔ موناتھ، بھنجن، وہابیہ، دیوبندیہ کا خاص گڑھ تھا۔ وہاں کے لوگ آپ کے مواعظ کو بڑے ذوق و شوق سے سنتے اور بہت متاثر ہوتے تھے، آپ اصلاح عقائد کے ساتھ ساتھ اصلاح اعمال و اخلاق پر بھی خاص طور پر توجہ دیا کرتے تھے۔۲۰۔

سیاست : حضرت صدرالشریعہ اصولی طور پر دینی رہنما اور مذہبی قائد تھے، لیکن ضرورت پڑنے پر سیاسی طور پر ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی فرمائی، چونکہ آپ کے مرشد طریقت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ "دو قومی نظریہ" (مسلمان اور ہندو، دو مختلف قومیں ہیں) کے عظیم ترین مبلغ اور داعی تھے۔ اسی نظریہ کی بنا پر پاکستان معرض وجود میں آیا۔ ان کی موافقت میں آپ نے بھی اس نظریہ کی تبلیغ پورے شدومد سے کی ۱۹ اور ۲۰ شعبان المعظم ۳ اور ۴ اکتوبر (۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) کو مراد آباد میں جمتہ الاسلام مولانا

حامد رضا خان بریلوی کی صدارت میں اجلاس منعقد ہوا اور ایک جماعت موتمرالعلماء قائم کی گئی جس کے نام اعلیٰ بالاتفاق صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی منتخب کئے گئے' اس جماعت کے مقاصد نت نئے پیدا ہونے والے خطرات سے مسلمانوں کا تحفظ' اسلام کے نام پر قائم ہونے والی سیاسی جماعتوں کے مقاصد کی اصلاح' اہل سنت و جماعت میں روابط و اتحاد کو مستحکم کرنا' دشمنان ۲۱۔ اسلام کے حملوں کا دفاع مسلمانوں ۲۲۔ کو دینی امور میں علماء کی طرف رجوع کی رغبت دلانا۔ اور اقتصادیات ۲۳۔ تجارت اور اولاد کی تعلیم و تربیت وغیرہ امور میں مسلمانوں کی رہنمائی وغیرہ امور تھے۔ اس جماعت میں حضرت صدرالشریعہ نمایاں طور پر شریک ہوئے۔ ۲۴۔

یہی جماعت بعد میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" کے نام سے متعارف ہوئی۔ سنی کانفرنس کے اپریل ۱۹۴۶ء میں بنارس میں منعقد ہونے والے بے مثل اجلاس (جس میں صرف علماء و مشائخ کی تعداد پانچ ہزار تھی) کو بنیاد پاکستان کی خشت اول کی حیثیت حاصل ہے' اس اجلاس میں اسلامی حکومت کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے جلیل القدر علماء کی ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے ممتاز اراکین میں حضرت صدرالشریعہ کا نام بھی تھا۔ ۲۵۔

تصنیف و تالیف : صدرالشریعہ کو اللہ تعالیٰ نے جملہ علوم و فنون میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی لیکن انہیں تفسیر' حدیث اور فقہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ فقہی جزئیات نوک زبان رہتی تھیں۔ اسی بناء پر دورحاضر کے مجدد امام احمد رضا بریلوی نے آپ کو صدرالشریعہ کا لقب عطا فرمایا تھا۔ ۲۶۔ آپ کی تصانیف کی تعداد اگرچہ زیادہ نہیں۔ لیکن یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی یادگار تصانیف درجنوں کتابوں پر فائق ہیں۔

دادوں (ضلع علی گڑھ) میں قیام کے دوران آپ نے امام ابو جعفر طحاوی حنفی قدس سرہ (م ۳۲۱ھ ۹۳۳ء) کی حدیث کی مشہور کتاب شرح معانی الاثار پر حاشیہ لکھنا شروع کیا اور سات ماہ کی مختصر مدت میں پہلی جلد کے نصف پر مبسوط حاشیہ تحریر فرما دیا' صدرالشریعہ نے اس کی تفصیل خود ان الفاظ میں فرمائی ہے:

> محرم (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) میں فقیر نے چند طلبہ کے اصرار پر شرح معانی الاثار معروف بہ طحاوی شریف کا تحشیہ شروع کیا تھا کہ یہ کتاب نہایت معرکتہ الاراء' حدیث و فقہ کی جامع حواشی سے خالی تھی اس تحشیہ کا کام سنہ مذکورہ میں سات ماہ تک کیا مگر مولوی عطاء المصطفیٰ کی علالت شدیدہ' پھر ان کے انتقال نے اس کام کا سلسلہ بند کرنے پر مجبور کیا' جلد اول کا نصف بہ فضلہ تعالیٰ محشی ہوچکا ہے جس کے صفحات کی تعداد باریک قلم سے ۴۵۰ ہے اور ہر صفحہ ۳۵ یا ۳۶ سطر پر مشتمل ہے۔ ۲۷۔

اس سے آپ کی زودنویسی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ روزانہ ۳۵ سطر کے تقریباً اڑھائی صفحات لکھتے تھے جبکہ اصول کتب کی طرف رجوع کرنا پڑتا اور ضمناً" تحقیقات بدیعہ آجاتی تھیں' افسوس کہ یہ حاشیہ محفوظ نہ رہ سکا۔

آپ کی دوسری تصنیف فتاویٰ امجدیہ ہے جس میں متحدہ پاک و ہند کے اطراف و اکناف سے آنے والے سوالات کے جوابات ہیں اگر یہ فتاویٰ شائع ہو جاتا تو کتب دینیہ میں گرانقدر اضافہ ہوتا۔ ایک زمانہ میں حیوانات کی تصاویر پر مشتمل قاعدے جاری ہوئے تو آپ نے دینی مدارس کے طلبہ کے لئے اسلامی قاعدہ مرتب فرمایا جس میں تصویریں تھیں لیکن بے جان اشیاء کی' اس کی ترتیب ایسی آسان رکھی کہ طالب علم میں اردو پڑھنے کی لیاقت بہت جلد پیدا ہو جاتی' آپ کی تحریر کی یہ خوبی ہے کہ

مشکل سے مشکل مسئلے کو نہایت آسان لفظوں میں بیان فرما دیتے ہیں، آپ کے خطوط میں یہ نمایاں خصوصیت تھی کہ صرف ضروری امور پر مشتمل ہوتا۔ تاریخ اور مقام روانگی کا خاص طور پر اہتمام فرماتے اور اگر کوئی شخص خط کا جواب نہ دیتا تو بہت ناراضگی کا اظہار کرتے اور فرماتے:

اگر تم کسی سے بات کرو اور وہ تمہیں جواب نہ دے تو یہ بات تم کو کتنی ناگوار ہوگی۔ اسی طرح سے اگر کسی کے خط کا جواب نہ دیا جائے تو اس کا بھی یہی اثر ہوتا ہے۔۲۸۔

اس سے ہمارے ان احباب کو سبق لینا چاہئے جو خطوط کے جواب کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے۔

بہار شریعت : صدرالشریعہ کی شہرۂ آفاق تصنیف بہار شریعت ہے، یہ کتاب فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) ہے۔ اس کے سترہ حصے طبع ہو کر قبولیت عامہ کی سند حاصل کرچکے ہیں، اس کتاب نے نہ صرف عوام بلکہ علماء کے لئے بھی سہولت پیدا کردی ہے، مولانا مفتی صاحب داد رحمتہ اللہ تعالیٰ اپنے فتاویٰ میں دیگر ماخذ کے ساتھ بہار شریعت کا حوالہ بھی دیا کرتے تھے۔ اس سے ایک تو ماخذ کی نشاندہی ہو جاتی دوسرا اس کے مستند ہونے کا اظہار بھی ہو جاتا، اس کی ابتداء غالباً ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں ہوئی اور ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں تکمیل ہوئی۔۲۹۔ باوجودیکہ صدرالشریعہ کا اشہب قلم سریع السیر تھا لیکن کثرت کار کی وجہ سے اتنی تاخیر ہوئی چنانچہ فرماتے ہیں۔

اس کتاب کی تصنیف میں عموماً یہی ہوا کہ ماہ رمضان المبارک کی تعطیل میں جو کچھ دوسرے کاموں سے وقت بچتا اس میں لکھ لیا جاتا۔۳۰۔

حضرت صدرالشریعہ چاہتے تھے کہ اس کتاب کے مزید تین حصے لکھ کر اسے مکمل کردیتے، اس عزم کا اظہار یوں فرماتے ہیں :

"ابھی اس کا آخری تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا۔ اگر توفیق الٰہی سعادت کرتی اور یہ بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر، یہ کتاب مشتمل ہوتی اور کتاب مکمل ہو جاتی۔۳۱۔

لیکن ہجوم حوادث تکمیل کی راہ میں حائل ہوا، اور آپ کی یہ مبارک آرزو پوری نہ ہو سکی، ذرا آپ بھی درد والم کی داستان سنئے جس کا تصور ہی دل حساس کو لرزا دیتا ہے۔ فرماتے ہیں:

۷ شعبان (۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) کو میری ایک جوان لڑکی کا انتقال ہوا اور ۲۵ ربیع الاول (۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء) کو میرا منجھلا لڑکا مولوی محمد یحییٰ مرحوم کا انتقال ہوا، شب دہم رمضان المبارک (۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء) کو بڑے لڑکے مولوی حکیم شمس الہدیٰ مرحوم نے رحلت کی، ۲۰ رمضان المبارک (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کو میرا چوتھا لڑکا عطاء المصطفیٰ مرحوم کا دادوں (ضلع علی گڑھ) میں انتقال ہوا اور اسی دوران میں مولوی شمس الہدیٰ مرحوم کی تین جوان لڑکیوں کا اور ان کی اہلیہ کا اور مولوی محمد یحییٰ مرحوم کے ایک لڑکے کا اور مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کی اہلیہ اور بچی کا انتقال ہوا۔۳۲۔

چار سال میں گیارہ عزیزوں کی جدائی نے دل و دماغ پر اس قدر گہرا اثر ڈالا کہ بینائی زائل ہوگئی اور نہ صرف بہار شریعت کی تکمیل کا کام رک گیا بلکہ بہار شریعت کے انداز پر مسائل تصوف پر مشتمل کتاب (جو ابھی زیر تجویز تھی) کا آغاز بھی نہ ہو سکا۔

حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

اپنا ارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب (بہار شریعت) کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر ایک دوسری اور کتاب بھی لکھی جائے گی جو تصوف اور سلوک کے مسائل پر مشتمل ہوگی جس کا اظہار اس سے پیشتر نہیں کیا گیا تھا' ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے۔۳۰۔

بہار شریعت کا دوسرا حصہ پہلے لکھا گیا تھا۔ بعد ازاں عقائد ضروریہ پر مشتمل پہلا حصہ لکھا گیا' اس کے ابتدائی چھ حصے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی نے حرف بحرف سنے' جا بجا اصلاح فرمائی اور ان حصوں کو تقریظ سے مزین فرمایا' تقریظ کے درج ذیل الفاظ لائق مطالعہ ہیں:

فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے مسائل طہارت میں یہ مبارک رسالہ "بہار شریعت" تصنیف لطیف اخی فی اللہ' ذی المجد والجاہ' والطبع السلیم والفکر القویم والفضل والعلیٰ' مولانا ابوالعلا مولوی حکیم محمد امجد علی قادری' برکاتی' اعظمی۳۱۔ بالمذہب والمشرب والسکنی رزقہ اللہ تعالیٰ فی الدارین الحسنٰی مطالعہ کیا۔ الحمد للہ! مسائل صحیحہ رجیحہ' محققہ منقحہ پر مشتمل پایا' آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی' سلیس اردو میں صحیح مسئلے پائیں اور گمراہی و اغلاط کے مصنوع و ملمع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں۔۳۲۔

کتب فقہ میں بہار شریعت کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ہر باب کی ابتداء میں پہلے آیات مبارکہ سے مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آیات کریمہ سے ان مسائل کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ بعد ازاں فقہ حنفی کی معتبر کتابوں سے مسائل جزئیہ با حوالہ نقل کئے گئے ہیں' اسی لئے حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز الرضوی رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حنفی فقہ میں بہار شریعت کے سترہ حصص اردو میں تصنیف فرما کر ملت مسلمہ پر وہ احسان فرمایا ہے جس کا جواب نہیں۔۳۳۔

بہار شریعت ضخیم ہونے کے ساتھ گراں قیمت بھی ہے۔ اس لئے مولانا محمد اول شاہ مدظلہ' ناظم رضوی کتب خانہ لاہور نے راقم کو اس کی تلخیص کا مشورہ دیا۔ تلخیص میں یہ کوشش کی گئی کہ روزمرہ پیش آنے والے ضروری مسائل باقی رکھے جائیں اور عربی عبارات کا ترجمہ بھی کردیا جائے۔ بعض مقامات پر مشکل الفاظ کو آسان لفظوں میں بدل دیا گیا ہے۔ مولائے کریم اس کتاب کو مسلمانوں کے لئے زیادہ سے زیادہ فائدہ مند بنا دے۔

تلامذہ : حضرت صدر الشریعہ کے حلقہ درس میں ہندوستانی' پاکستانی' بنگالی' بلخی' بخاری' سمرقندی' افغانی' ترکی' افریقی اور ایرانی طلبہ شریک ہوئے اور کامیاب و کامران ہو کر لوٹے' ایک بخاری صاحب قسطنطنیہ سے شرح مطالع خرید کر لائے لیکن انہیں یہ کتاب پڑھانے والا کوئی مدرس نہ ملا پھر طرفہ یہ کہ وہ اردو بھی نہیں سمجھتے تھے' حضرت صدر الشریعہ انہیں اوقات درس کے بعد منطق کی اس منتہی کتاب کا درس فارسی میں دیا کرتے تھے۔۳۴۔

آپ کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ چند مشاہیر کے نام یہ ہیں :

محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد (لائل پوری)' مناظر اعظم مولانا حشمت علی خان لکھنوی' مولانا محمد الیاس سیالکوٹی' مولانا محراب دین پشاوری ثم مکی' مولانا محمد یحییٰ (فرزند ارجمند) مولانا عطاء المصطفیٰ (فرزند)' مولانا غلام محی الدین بلیاوی' مولانا حکیم شمس

الہدیٰ (فرزند اکبر) مولانا قاری عبدالجلیل الہ آبادی، مولانا اعجازولی خان، مولانا غلام یزدانی، سابق صدر مدرس جامعہ رضویہ مظہراسلام (بریلی) (رحمہم اللہ تعالیٰ)، مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی (مولف بشیرالکامل شرح شرح مائتہ عامل و بشیر القاری شرح بخاری)، مولانا عبدالعزیز صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ مبارک پور، مجاہداعظم مولانا حبیب الرحمٰن صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت، مولانا رفاقت حسین بہاری مفتی اعظم کان پور، مولانا شمس الدین جونپوری، مولانا وقارالدین دارالعلوم امجدیہ کراچی، مولانا محمد محسن اور ان کے برادر مولانا ولی النبی، بیکی، توروڈیر شریف (مردان)، مولانا تقدس علی خان، شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیرگوٹھ (سندھ) مولانا قاضی شمس الدین، مولانا سلیمان بھاگل پوری، مولانا مختارالحق خطیب اعظم دارالسلام (ٹوبہ، ضلع فیصل آباد)، مولانا حامد فقیہ، مولانا عبدالعزیز ڈیرہ اسماعیلی، مولانا عبدالحلیم بخاری، مولانا سید ظہیراحمد علی گڑھی، مولانا محمد مبین امروہوی، مولانا فیض الحسن پھپھوندوی، مولانا محمد سلیمان سلہٹی، مولانا محمد علی اجمیری ازہری، مولانا قاری محبوب رضا خان وغیرہم ۳۵۔

غرض یہ کہ پاک و ہند کے اکثر مدارس میں آپ کے بلاواسطہ اور بالواسطہ تلامذہ کا فیض جاری ہے۔ آپ نے نصف صدی کے قریب سلسلہ درس جاری رکھا، ظاہر ہے کہ آپ کے تمام تلامذہ کا احاطہ نہایت دشوار ہوگا۔

اولاد امجاد : اللہ تعالیٰ نے صدرالشریعہ کو سعادت مند اولاد سے نوازا تھا۔ آپ نے لڑکیوں سمیت اپنی تمام اولاد کو علوم دینیہ سے بہرہ ور فرمایا۔ تین صاحبزادے (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے) آپ کی حیات میں ہی داغ مفارقت دے گئے تھے، اس وقت آپ کے چار صاحب علم و فضل صاحبزادے موجود ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ مولانا علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ کراچی، مولانا حافظ رضاء المصطفیٰ خطیب جامعہ مسجد میمن کراچی، مولانا ثناء المصطفیٰ اور مولانا ضیاء المصطفیٰ ۳۶۔ اول الذکر علامہ ازہری مدظلہ العالی جمعیتہ علمائے پاکستان کے ممتاز رہنما اور قومی اسمبلی کے ممبر ہیں۔ حق و صداقت کی آواز پوری بے باکی سے بلند کررہے ہیں اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

سفر مدینہ اور سفر آخرت : صدرالشریعہ، بریلی شریف کے قیام کے دوران ۱۳۳۷ھ/۱۸۲۲ء میں پہلی مرتبہ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ واپسی پر حرمین شریفین کی حاضری کا اشتیاق ہر وقت بے چین کئے رکھتا۔ آخر ۲۰ شوال المکرم ۲۶ اگست (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) کو وہ دن آگیا جس سے دوسرے دن اس مبارک سفر پر روانگی تھی، اس وقت شوق زیارت میں بے پناہ اضافہ ہوگیا، رخصت کے وقت عقیدت مندوں کا جم غفیر الوداع کہنے کے لئے اسٹیشن پر پہنچا۔ آپ نے الوداعی خطاب فرمایا تو ہر شخص کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوگیا۔ آخر میں آپ نے فرمایا: حقوق العباد میں مجھ سے کوئی فروگزاشت ہوگئی ہو تو آپ لوگ مجھے معاف کردیں، فقیر کے حقوق جن پر ہوں میں نے سب کو معاف کئے۔ گاڑی میں سوار ہوئے تو راستے میں شدید بخار ہوگیا۔ شدت بخار میں یہ شعر زبان پر رہا۔

مرضت شوقا وست هجرا
فكيف اشكوا اليك شكرى

بعض خدام نے عرض کیا، حضور ایسی حالت میں سفر ملتوی فرمادیں، فرمایا:

اگر حج و زیارت میری قسمت میں ہوا تو روانگی کی تاریخ تک اچھا ہو جاؤں گا اور اگر عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے تو اس سے بڑھ کر کون سی فیروزمند موت ہوسکتی ہے کہ راہ حبیب میں اپنی جان دے دوں۔ ۳۷۔

۳ دسمبر بروز جمعۃ المبارک بمبئی پہنچے ڈاکٹر نے بتایا نمونیہ کا عارضہ ہو گیا ہے۔ ۲ ذیقعدہ ۶ ستمبر بروز دو شنبہ (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) رات کے گیارہ بجے سکرات کا عالم طاری تھا' اسی عالم میں دونوں ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی مگر ایک ہاتھ نہ اٹھ سکا اسی طرح نماز کی نیت باندھی اور کچھ پڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ایک ہچکی آئی اور قاصد مدینہ طیبہ کی روح پرواز کر گئی۔ ادھر اسی وقت حجاز کا جہاز کھلا مگر

مدینہ کا مسافر ہند ' سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سیفنے میں۳۸۔

مادۂ تاریخ وصال درج ذیل آیت قرآنی ہے۔

ان المتقین فی جنت و عیون۳۹۔

۱۳ ھ ۶۷

شاعر مشرق شفیق جونپوری نے یہ قطعہ پیش کیا:

سلامی جا بجا ارض و سما دیں
مہ و خورشید پیشانی جھکا دیں
ترے خدام اے صدر الشریعت
جدھر جائیں فرشتے پر جھکا دیں۴۰۔

مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی نے طویل نذرانہ عقیدت پیش کیا اس کے صرف دو بند ملاحظہ ہوں:

آہ ! اے صدر شریعت ' صدر بزم اہل دیں — آہ ! اے بدر طریقت مہ میدان یقیں
آہ ! اے غم خوار ملت ' عالم شرع مبیں — آہ ! اے احمد رضا خلد آشیاں کے جانشیں
سرزمین ہند رحلت سے تری مہجور ہے
اب جہان زندگی بے کیف ہے بے نور ہے

السلام اے صدر ملت ہادی حق پیشوا — السلام اے ناخدائے کشتی دین ہدیٰ
السلام اے نور چشم حضرت احمد رضا — السلام اے فخر دیں پروردۂ غوث الوریٰ
السلام اے اعظمی کے دین و دنیا کے ولی
السلام اے حضرت علامہ امجد علی۴۱۔

۷ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ
یکم اپریل ۱۹۷۴ء

۱۔ غلام مہر علی' مولانا: الیواقیت المہریہ' ص ۷۹
۲۔ محمود احمد قادری مولانا شاہ: تذکرہ علمائے اہلسنت (مطبوعہ بھوانی پور' بہار ۱۳۹۱ھ) ص ۵۱'۵۲
۳۔ ماہنامہ پاسبان الہ آباد (امام احمد رضا نمبر' مارچ و اپریل ۱۹۶۲ء) ص ۶۴

۴۔ محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۵۲
۵۔ ہفت روزہ (اب ماہنامہ) رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، شمارہ ۲ ذیقعدہ (۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء) ص ۳
۶۔ محمد مصطفیٰ رضا، مفتی اعظم ہند۔ ملفوظات، حصہ اول (مطبوعہ کراچی) ص ۹۳
۷۔ احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت مولانا۔ الاستمداد (مطبوعہ لاہور) صفحہ ۷۹
۸۔ ماہنامہ پاسبان (امام احمد رضا نمبر)، ص ۶۵
۹۔ رضائے مصطفیٰ (صدر الشریعہ نمبر، شمارہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ) ص ۳
۱۰۔ ایضاً: ص ۳
۱۱۔ محمود احمد قادری مولانا: تذکرہ علمائے اہلسنّت، ص ۵۲
۱۲۔ غلام مہر علی مولانا: الیواقیت المہریہ، ص ۸۰
۱۳۔ محمود احمد قادری مولانا: تذکرہ علمائے اہلسنّت، ص ۵۳
۱۴۔ محمد عبدالشاہد خانی شروانی باغی ہندوستان (مطبوعہ بجنور، ۱۹۴۷ء) ص ۲۳۷
۱۵۔ ماہنامہ پاسبان (امام احمد رضا نمبر) ص ۶۷۔
۱۶۔ رضائے مصطفیٰ (۲ ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ) ص ۷
۱۷۔ ماہنامہ پاسبان (امام احمد رضا نمبر) ص ۶۸
۱۸۔ محمد ایوب قادری: یادگار بریلی، انجمن تعاون احباب کی دوسری رپورٹ (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء) ص ۱۶
۱۹۔ پاسبان - (امام احمد رضا نمبر) ص ۶۸
۲۰۔ ایضاً - ص ۶۸، ۶۹
۲۱۔ ابوالبرکات سید احمد، مفتی اعظم پاکستان: قلمی یادداشت
۲۲۔ غلام معین الدین نعیمی، مولانا: حیات صدر الافاضل (طبع ثانی)، ص ۱۹۰
۲۳۔ محمود احمد قادری مولانا: تذکرہ علمائے اہلسنّت، ص ۵۲
۲۴۔ محمد امجد علی اعظمی، صدر الشریعہ: بہار شریعت حصہ ۱۷، ص ۱۰۲
۲۵۔ ماہنامہ پاسبان الہ آباد (امام احمد رضا نمبر) ص ۷۰
۲۶۔ ماہنامہ پاسبان الہ آباد (امام احمد رضا نمبر) ص ۶۹، ۷۱
۲۷۔ محمد امجد علی اعظمی، صدر الشریعہ: بہار شریعت جلد ۱۷، ص ۱۰۰
۲۸۔ ایضاً - ص ۱۰۱-۲
۲۹۔ محمد امجد علی اعظمی، صدر الشریعہ: بہار شریعت جلد ۱۷ ص ۱۰۱
۳۰۔ ایضاً - ص ۱۰۱
۳۱۔ اعظمی کی تفسیر یہ ہے کہ صدر الشریعہ، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے مشرب پر تھے اور نسبت سکونت اعظم گڑھ کی طرف رکھتے تھے۔ اعظم گڑھ کی نسبت سے اپنے آپ کو اعظمی کہنے کے موجد صدرالشریعہ تھے۔ ورنہ آپ سے پہلے لوگ "اعظم گڑھی" لکھا کرتے تھے۔ (ماہنامہ پاسبان، امام احمد رضا نمبر، ص ۷۱)

۳۲۔ بہار شریعت - جلد دوم ص ۱۱۶ ۳۳۔ مقالات یوم رضا: حصہ سوم، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور (۱۹۷۱ء) ص ۱۹

۳۴۔ ماہنامہ پاسبان - (امام احمد رضا نمبر) ص ۷۲-۷۴

۳۵۔ ماہنامہ پاسبان: (امام احمد رضا نمبر) ص ۷۲، ۷۴

۳۶۔ رضائے مصطفیٰ: (صدرالشریعہ نمبر) شمارہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ، ص ۸

۳۷۔ غلام مہر علی مولانا: الیواقیت المہریہ، ص ۸۰

۳۸۔ رضائے مصطفیٰ -(صدرالشریعہ نمبر) ص ۸

۳۹۔ ایضاً: ص ۸

۴۰۔ پاسبان: (امام احمد رضا نمبر) ص ۷۴

۴۱۔ پاسبان: (امام احمد رضا نمبر) ص ۷۴

۴۲۔ رضائے مصطفیٰ: (صدرالشریعہ نمبر) ص ۱

واجب الوجود -

مُمتَنِعُ الوجود - دوسرا خدا، جھوٹ، غیبت وغیرہم۔

مُمکِنُ الوجود - دوسری کائنات